حضرت فاطمہ بنتِ قیسؓ

فاطمہ نام۔ نسب نامہ اس طرح ہے۔ فاطمہ بنتِ قیس بن خالدِ اکبر بن وہب بن ثعلبہ بن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہرؓ۔

والدہ کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا، جو بنی کنانہ سے تھیں۔ ابوعمرو حفص بن مغیرہؓ سے نکاح ہوا۔

دعوتِ حق کی ابتدا ہی میں شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہو گئیں اور ہجرت کے دورِ اوّل میں دوسری خواتین کے ہم راہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

۱۰ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سرورِ عالم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں ایک لشکر لے کر عازمِ یمن ہوئے۔ اس لشکر میں حضرت فاطمہؓ کے شوہر ابوعمرو حفصؓ بھی شامل تھے۔ روانگی سے پہلے انھوں نے حضرت فاطمہؓ کو طلاق دے دی۔(۱) وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا: ''تم عدت کا زمانہ امِ شریکؓ کے ہاں گزارو۔''

لیکن حضرت امِ شریکؓ کے گھر ان کے اعزہ و اقارب کے علاوہ دوسرے مہمان بھی

---

(۱) اس واقعے نے تاریخ میں بڑی شہرت پائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوعمرو حفصؓ روانگی سے کچھ عرصے پہلے حضرت فاطمہؓ کو دو طلاقیں دے چکے تھے۔ آخری طلاق حضرت عیاش بن ربیعہؓ کے ذریعے روانگی کے وقت دی اور بہ طور نفقہ ۵ صاع جو اور ۵ صاع خرمے بھیجے۔ حضرت فاطمہؓ نے عیاشؓ سے کھانے اور مکان کا مطالبہ کیا تو انھوں نے کہا ابوعمرو حفصؓ نے صرف یہ جو اور خرمے دیے ہیں ان کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں، جو کچھ دیا گیا ہے یہ بھی محض احسان و ہم دردی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کو اس پر غصہ آ گیا وہ اپنے کپڑے وغیرہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: تم کو ابوعمرو نے کے مرتبہ طلاق دی۔ عرض کیا۔ تین بار۔ آپؐ نے فرمایا: ''اب تمھارا نان و نفقہ ابوعمرو پر واجب نہیں ہے۔''

جمہور فقہاء کا فیصلہ ہے کہ عدت کے زمانے میں عورت کا نان نفقہ طلاق دینے والے مرد کے ذمے ہے۔ چناں چہ اس روایت کی تشریح و تعبیر کے سلسلے میں کتبِ فقہ میں طویل مباحث ملتے ہیں۔

بہ کثرت آتے تھے اس لیے آپؐ نے اپنے حکم میں ترمیم فرما کر حضرت فاطمہؓ کو مشورہ دیا کہ تم عدت کا زمانہ اپنے ابن عم ابن ام مکتومؓ کے ہاں گزارو۔ انھوں نے تعمیلِ ارشاد کی۔ جب عدت کا زمانہ پورا ہو گیا تو حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ، حضرت ابو جہمؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا کہ سرورِ عالم ﷺ خود انھیں شرفِ ازدواج بخشیں گے لیکن مصلحتِ خداوندی اس میں نہ تھی۔ چناں چہ جب حضرت فاطمہؓ نے اپنے نکاحِ ثانی کے بارے میں حضور ﷺ سے مشورہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''معاویہؓ مفلس ہے، ابو جہمؓ سخت مزاج ہے۔ تم اسامہ بن زیدؓ سے نکاح کر لو۔''

حضرت فاطمہؓ کچھ متامل ہوئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''تمھیں کیوں عذر ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔''

اس پر حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت اسامہ بن زیدؓ سے نکاح کر لیا۔ وہ بڑے جلیل القدر صحابیؓ تھے اور حضورؐ انھیں اس قدر عزیز رکھتے تھے کہ وہ حبّ النبیؐ (نبی ﷺ کے محبوب) کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے، صحیح مسلم میں حضرت فاطمہؓ سے روایت ہے کہ اسامہ بن زیدؓ سے نکاح کے بعد میں لوگوں کے نزدیک قابلِ رشک بن گئی۔

۲۴ھ میں حضرت عمر فاروقؓ نے شہادت پائی تو مجلسِ شوریٰ کے اجتماع حضرت فاطمہ بنتِ قیسؓ کے مکان ہی میں ہوتے تھے چوں کہ وہ نہایت زیرک، معاملہ فہم اور صائب الرائے خاتون تھیں اس لیے مجلسِ شوریٰ کے اراکین ان سے مشورہ لینا بھی مناسب سمجھتے تھے۔

۵۴ ہجری میں حضرت اسامہ بن زیدؓ نے وفات پائی تو حضرت فاطمہؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس کے بعد انھوں نے تا زندگی دوسرا نکاح نہیں کیا اور اپنے بھائی ضحاک بن قیس کے پاس رہنے لگیں۔ یزید بن معاویہؓ نے جب انھیں عراق کا گورنر مقرر کیا تو ان کے پاس کوفہ چلی گئیں اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

صحیح مسلم میں حضرت فاطمہؓ سے متعلق ایک خاص واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ مروان بن الحکم کے عہدِ حکومت میں حضرت سعید بن زیدؓ کی صاحب زادی کو ان کے شوہر عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے طلاق دے دی۔ حضرت فاطمہؓ رشتے میں ان کی خالہ ہوتی تھیں اس لیے انھوں نے بہ مقتضائے ہم دردی ان کو کہلا بھیجا کہ تم میرے گھر آ جاؤ۔ مروان کو علم ہوا تو اس نے

قبیصہ کو ان کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ آپ ایک مطلقہ خاتون کو اس کا زمانۂ عدت پورا ہونے سے پہلے گھر سے کیوں نکالتی ہیں؟

حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود مجھے ایامِ عدت اپنے ابنِ عم ابنِ امِ مکتومؓ کے پاس گزارنے کی اجازت دی تھی اس لیے میں نے بھی اپنی بھانجی کو عدت پوری ہونے سے پہلے اپنے پاس بلا بھیجا ہے۔

مروان نے ان کی بات کو کوئی وقعت نہ دی اور مطلقہ خاتون کو اپنے گھر میں ہی عدت گزارنے کا حکم دیا۔

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ نے ''سیرتِ عائشہؓ'' میں اس واقعے کے بارے میں لکھا ہے کہ ''اسلام میں حکم ہے کہ مطلقہ عورتیں عدّت کے دن اپنے شوہر کے ہی گھر میں گزاریں اور اس حکم کے خلاف صرف ایک فاطمہ بنتِ قیس کی شہادت ہے کہ ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی اور وہ آں حضرت ﷺ کے ارشاد سے اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر دوسرے گھر میں جا کر رہیں۔ فاطمہؓ اس واقعے کو بیان کر کے اجازتِ انتقالِ مکان پر استدلال کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے عہد میں اسی واقعے کی سند سے ایک معزز باپ نے اپنی مطلقہ بیٹی کو شوہر کے یہاں سے بلوالیا۔ حضرت عائشہؓ نے اس عام حکمِ اسلامی کی مخالفت پر سخت اعتراض کیا۔ مروان اس زمانے میں مدینہ کا گورنر تھا، اس کو کہلا بھیجا کہ تم سرکاری حیثیت سے اس معاملے میں دخل دو اور نفسِ مسئلہ کی نسبت فرمایا کہ اس واقعے سے عام استدلال جائز نہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ فاطمہؓ کے شوہر کا گھر شہر کے کنارہ پر تھا اور رات کو جانوروں کا خوف رہتا تھا اس بنا پر آں حضرت ﷺ نے ان کو اجازت دی تھی۔

(بہ حوالہ صحیح بخاری باب قصہ فاطمہ بنت قیسؓ)

اہلِ سیَر نے حضرت فاطمہؓ کے سالِ وفات کی صراحت نہیں کی البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافتِ مکہ کے زمانے تک زندہ تھیں۔

اربابِ سیَر نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ صورت اور سیرت ہر لحاظ سے ہمہ صفت موصوف تھیں اور نہایت دانا، ذی علم اور باکمال خاتون تھیں۔ مہمانوں کی تواضع کرنے میں ان کو دلی راحت ہوتی تھی۔ ایک دفعہ ان کے شاگرد شعبیؒ حاضرِ خدمت ہوئے تو انھوں نے چھوہاروں اور ستّوؤں سے ان کی تواضع کی۔

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے چونتیس احادیث مروی ہیں۔ ان کے راویانِ حدیث میں

حضرت قاسم بن محمدؒ، ابوسلمہؒ، سعید بن مسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ، سلمان بن یسارؒ اور شعبیؒ جیسے اکابر تابعین شامل ہیں۔

صحیح مسلم اور ابوداؤد کی ایک حدیث جو علماء میں "حدیثِ جساسہ" کے نام سے شہرت رکھتی ہے، حضرت فاطمہ بنتِ قیس ہی سے مروی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ:

"ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں گئی اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضورؐ نماز سے فارغ ہوکر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حسبِ عادت مسکرا کر فرمایا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جانتے ہو کہ میں نے تمھیں کیوں جمع کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا؛ اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتے ہیں، ارشاد ہوا کہ میں نے کسی ترغیب وترہیب کے لیے تمھیں جمع نہیں کیا بلکہ ایک واقعہ سنانے کے لیے جمع کیا ہے، جو تمیم داریؓ نے بیان کیا ہے، وہ پہلے عیسائی تھے اللہ نے انھیں اسلام سے سرفراز کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جہاز میں سوار ہوکر سمندر کا سفر اختیار کیا، میرے ساتھ قبیلہ جذام اور لخم کے تیس آدمی بھی تھے۔ اثنائے سفر میں طوفان آگیا اور جہاز ایک ماہ تک سمندری لہروں سے اِدھر اُدھر بھٹکتا رہا۔ آخر ایک جزیرے کے ساحل کے ساتھ جا لگا۔ ہم جزیرے میں اترے تو عجیب ہیئت کی ایک عورت ملی، جس کے بہت لمبے لمبے بال تھے۔ ہم نے اس سے پوچھا، تو کون ہے، اس نے کہا، میں جساسہ یعنی مخبر ہوں، جو دجّال کو خبریں پہنچاتی ہوں، تم لوگ سامنے والے دیر میں جاؤ، وہاں دجّال کو دیکھو گے۔ ہم اس دیر میں پہنچے تو وہاں ایک غیر معمولی قد وقامت کا آدمی دیکھا، جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ہم نے اس کوہ پیکر آدمی سے پوچھا "تم کون ہو؟" اس نے کہا۔ "پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے پہنچے؟"

ہم: ہم عرب کے رہنے والے ہیں، ہمارا جہاز سمندری طوفان میں پھنس گیا اور لہروں نے اسے اس جزیرے کے قریب لا پھینکا، ایک عجیب الہیئت جساسہ نے ہمیں تیری طرف بھیج دیا۔

وہ: اچھا تو یہ بتاؤ کہ نخلستانِ بیسان میں پھل آتا ہے یا نہیں۔

ہم: بیسان کے نخلستان میں برابر پھل آرہا ہے۔

وہ: یاد رکھو وہ وقت بھی آنے والا ہے جب بیسان میں کھجور کے درخت پھل نہیں دیں گے۔ اچھا یہ بتاؤ بحیرہ طبریہ میں ابھی پانی موجود ہے یا خشک ہو چکا؟

ہم: اس میں تو پانی بہ افراط موجود ہے۔

وہ : وہ وقت آنے والا ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ کیا چشمۂ زغر میں پانی آ رہا ہے اور لوگ اس سے اپنے کھیت سینچ رہے ہیں۔

ہم : ہاں چشمۂ زغر میں پانی آ رہا ہے اور لوگ اس سے اپنے کھیت سیراب کر رہے ہیں۔

وہ : اچھا یہ بتاؤ کہ امیوں کے نبی نے ظاہر ہو کر کیا کیا ہے۔

ہم : وہ اپنی قوم پر غالب آئے اور لوگوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

وہ : ہاں ان کے لیے اطاعت ہی بہتر تھی۔ اب میری نسبت بھی سن لو کہ میں مسیح (دجال) ہوں۔ مجھے عنقریب یہاں سے نکلنے کی اجازت ملے گی۔ میں روئے زمین میں گھوم جاؤں گا اور دنیا کا کوئی مقام ایسا نہ ہوگا جہاں میں چالیس دن کی مدت میں نہ پہنچ جاؤں۔ البتہ مکہ اور طیبہ دو شہروں میں مجھے داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جب میں ان شہروں میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو ایک شمشیر بہ دست فرشتہ مجھے اس سے روک دے گا۔

یہ واقعہ بیان فرما کر حضور ﷺ نے اپنا عصائے مبارک تین بار منبر پر مارا اور فرمایا یہی طیبہ ہے، یہی طیبہ ہے (یعنی مدینہ منورہ)۔

حضرت امِ فردہؓ

قریش کے خاندان بنو تیم سے تھیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہمشیر تھیں۔

سلسلۂ نسب یہ ہے: امِ فردہ بنت ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔

اہلِ سیَر نے ان کے قبولِ اسلام کا زمانہ نہیں لکھا لیکن ان کے شرفِ ایمان و صحابیت پر سب اہلِ سیَر کا اتفاق ہے۔ ان کی شادی حضرت اشعث بن قیسؓ سے ہوئی تھی۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے "اِصابہ" میں لکھا ہے کہ اشعث بن قیسؓ یمن کے علاقہ کندہ کے حکمراں تھے۔ وہ ۱۰ ہجری میں ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا لیکن بدقسمتی سے سرورِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد وہ فتنۂ ردّہ میں مبتلا ہو گئے، آخر انھیں گرفتار کر کے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں لایا گیا۔ انھوں نے خلیفۃ الرسول کے سامنے سچے دل سے توبہ کر لی اور اپنی لغزش پر سخت ندامت کا اظہار کیا۔ اس پر صدیقِ اکبرؓ نے انھیں نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اپنی